**OPEN ACCESS:** Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com. DIO: 10.5281/zenodo.10061241



# ”قومی خزانہ عوامی امانت ہے“ کے ضمن میں حاکم وقت کا کردار: خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تناظر میں تحقیقی جائزہ

“National Treasure is a Public Trust” in this Regard the Role of Ruler: A Research Analysis in the Context of the Caliphate of Umar Farooq R.A

Dr. Khalid Rasool
Lecturer Islamic Studies Government Boys Degree College Tando Muhammad khan.
Email: khalidrasool28@gmail.com

Dr. Hafeez Ur Rehman Rajput
Lecturer Islamic Studies Department Government College University Hyderabad
Email: hafeezurrehman@gcuh.edu.pk

Dr. Adnan Malik
Assistant Professor Islamic History Department Government College University Hyderabad
Email: dradnan.malik@gcuh.edu.pk

Received on: 07-10-2022 Accepted on: 08-11-2022

**Abstract**

From the Islamic point of view, the governance of the country is a trust, the one who fulfills the right of this trust is given the good news of success in this world and the hereafter, and the one who commits betrayal of this trust is given the news of severe punishment. Rulers in Islam has been declared as the trustee and protector of the national treasury. If the ruler does not use the public treasury properly, he will be called dishonest and a traitor just like the one who commits betrayal of trust in normal social life. If the rulers start using the country's treasury in an illegal way, then the national income, which is a public right, does not reach them completely, they are deprived of their rights, this causes the nation to lose its rights and the people start hating the rulers, chaos spreads in the country. It is a hindrance in the development of the country. In this research paper, the role of the ruler in the trusteeship of the national treasury has been made part of the research in the context of the caliphate of Hazrat Umar Farooq R.A. It has been concluded from the research that the ruler of the time, Hazrat Umar Farooq, practically proved that the national treasure is a public trust, the rulers are its trustees and the people's money should be spent on the people, it is their right. At the end of the research paper, suggestions have been made that any ruler can become the best example by adopting the trustworthiness and authority of Hazrat Umar Farooq R.A in the national treasury.

**Key Words**: Ruler, Treasure, Umar, Caliphate, Trustee, National

## تعارف

ملکی قیادت ایک امانت ہے اور اس امانت کی درست ادائی پر بے حد اجر و ثواب کی نوید سنائی گئی ہے اور اگر کوئی اس امانت کا حق ادا نہیں کرتا تو یوم آخرت میں اسے رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عرض کیا:

"يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي؟ قَالَ: فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى مَنْكِبِي، ثُمَّ قَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّكَ ضَعِيفٌ، وَإِنَّهَا أَمَانَةُ، وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ، إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا-"[1]

''اے اللہ کے رسول، کیا آپ مجھے عامل نہ بنائیں گے تو آپ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے کندھے پر مار کر فرمایا اے ابوذر تو کمزور ہے اور یہ امارت امانت ہے اور یہ قیامت کے دن کی رسوائی اور شرمندگی ہے سوائے اس کے جس نے اس کے حقوق پورے کئے اور اس بارے میں جو اس کی ذمہ داری تھی اس کو ادا کیا۔''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، عبید اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ کی مرضِ وفات میں عیادت کے لئے گئے تو حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے کہا میں تجھ سے ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اگر میں جانتا کہ میری زندگی باقی ہے تو میں بیان نہ کرتا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے:

'' مَا مِنْ عَبْدٍ اسْتَرْعَاهُ اللَّهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ ''[2]

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو کسی رعیت کا حاکم بناتا ہے اور وہ خیر خواہی کے ساتھ اس کی حفاظت نہیں کرتا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔''

اسلامی تعلیمات کے مطابق حکمران کو سرکاری خزانے کا امین اور محافظ قرار دیا گیا ہے۔ قومی خزانے کو عوامی امانت سمجھنے کے لحاظ سے رسول اکرم ﷺ نے خود اپنی ذات سے مثال پیش فرمائی ہے۔ عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَعِيرٍ مِنَ الْمَغْنَمِ، فَلَمَّا سَلَّمَ، أَخَذَ وَبَرَةً مِنْ جَنْبِ الْبَعِيرِ، ثُمَّ قَالَ: وَلَا يَحِلُّ لِي مِنْ غَنَائِمِكُمْ مِثْلُ هَذَا إِلَّا الْخُمُسُ، وَالْخُمُسُ مَرْدُودٌ فِيكُمْ''[3]

'' رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی' غنیمت کا ایک اونٹ (بطور سترہ) آگے تھا' جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے اس اونٹ کے پہلو سے کچھ بال لیے پھر فرمایا'' اور تمہاری غنیمتوں میں سے میرے لیے اس قدر بھی حلال نہیں سوائے پانچویں حصے کے' اور وہ پانچواں حصہ بھی پھر تم ہی میں واپس ہو جاتا ہے۔''

حضرت عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا، فَمَا أَخَذَ بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ غُلُولٌ[4]"

''ہم نے جس کو بھی کسی کام پر مامور کیا تو اس کا وظیفہ اور تنخواہ مقرر کی ہے پھر اس کے بعد جو کچھ وہ اس سے زائد حاصل کرے وہ چوری اور خیانت ہے۔''

اگر حاکم وقت قومی خزانے کی درست طریقے سے نگہداشت نہیں کرتا،اس کا استعمال، حفاظت اور استحکام کے لیے مناسب پالیسیاں وضع کرکے ان پر عمل درآمد اور درست طور پر خرچ کرنے کا اہتمام نہیں کرتا تو وہ ایسے ہی بد دیانت اور خائن قرار پائے گا جیسے عام معاشرتی زندگی میں امانت میں خیانت کا ارتکاب کرنے والا ہوتا ہے۔مالیاتی امور میں ایمان داری سے کام نہ لیا جائے تو ایک جانب قومی خزانہ غلط طریقے سے خرچ ہوتا ہے تو دوسری جانب بدعنوانیاں پیدا ہوتی ہیں، دولت کی تقسیم غیر متوازن ہو جاتی ہے اور عوام اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اگر کسی مملکت کے مالیاتی نظام میں خیانت اور بددیانتی پھیل جائے تو سرکاری دولت کی تقسیم منصفانہ نہیں ہوتی، اگر حکومتی اراکین قومی خزانے کا ناجائز استعمال کرنے لگیں تو ملکی آمدنی جو عوام کا حق ہے ان تک نہیں پہنچ پاتی وہ اپنے حق سے محروم رہ جاتے ہیں۔ حکومتی کارندے تو امیرانہ زندگی گزارتے ہیں اور عوام غربت کی زندگی گزارتی ہے،اس طرح ان میں احساس محرومی پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ حکمرانوں سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور ملک میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ پیش نظر ریسرچ پیپر میں مسلمانوں کے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کے تناظر میں قومی خزانے کی ذمہ داریوں کے ضمن میں حاکم وقت کے کردار کو بحث کا حصہ بنایا گیا ہے۔

**حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سرکاری خزانے کے امین**

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالتے ہی قومی خزانے کی بابت فرمایا:

"ألا وإني نزلت نفسي من مال الله بمنزلة ولي اليتيم, إن استغنيت استعففت وإن افتقرت أكلت بالمعروف"[5]

”خبردار! میں نے اللہ کے مال سے صرف اتنا تعلق رکھا ہے جس طرح کسی یتیم کا کفیل ضرورت کے مطابق اس کے مال سے کچھ لے لیتا ہے۔ اگر میں مالدار ہو گیا تو اتنا بھی نہیں لوں گا اور اگر محتاج رہا تو ضرورت سے زیادہ نہیں لوں گا۔“

ایک موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لكم علي أن لا أخبأ شيئًا من خراجكم مما أفاء الله عليكم إلا من وجهه ولكم علي إذا وقع عندي أن لا يخرج إلا بحقه"

”میں تمھارے خراج اور اموالِ غنیمت صرف راہ الٰہی میں خرچ کروں گا۔ تم خیال رکھنا کہ میرے ہاتھوں ایک درہم بھی غلط جگہ خرچ نہ ہو۔“

"ولكم علي أن أرد عطاياكم وأرزاقكم إن شاء الله تعالى"

”ان شاءاللہ میں تمھارے عطیوں اور تنخواہ میں اضافہ کرتا رہوں گا۔“

"فاتقوا الله عبادالله،وأعينوني على أنفسكم بكفها عني،وأعينوني على نفسي بالأمربالمعروف والنهي عن المنكر وإحضاري النصيحة فيما ولاني الله من امركم، أقول قولي هذا، وأستغفر الله لي ولكم" [6]

”اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو ، میری مدد کرو۔ مجھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین کرو۔ خلافت کے امور میں نصیحت کے

ذریعے سے میری مدد کرو۔ بس میں یہی باتیں کہنا چاہتا تھا۔ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمھارے لیے بخشش چاہتا ہوں۔"

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین مقرر ہوئے تو کچھ مدت تک انہوں نے بیت المال سے کچھ نہیں لیا یہاں تک کہ فاقے کی نوبت آگئی وہ خلافت کے معاملات اور رعایا کی خدمت میں اس قدر مصروف ہو گئے کہ اپنی گزر بسر کے لیے ذاتی تجارت کی فرصت ہی نہیں ملی لہذا انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو جمع فرمایا اور اس سلسلے میں مشورہ طلب کرتے ہوئے فرمایا: میں نے خود کو رعایا کے معاملات اور مسائل کے لیے وقف کر دیا ہے۔ اب بتائیے کہ مجھے گزر بسر کے لیے بیت المال سے کس قدر معاوضہ لینے کی اجازت ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ خود کھا سکتے ہیں اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلا سکتے ہیں۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل نے بھی یہی مشورہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے کہا آپ دوپہر اور شام کا کھانا کھا سکتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ قبول فرما لیا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں نے اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے مال سے صرف اس قدر روا رکھا ہے جتنا ایک یتیم کا نگران یتیم کے مال سے اپنے لیے روا رکھتا ہے۔ اگر میں کچھ مالدار ہو گیا تو بیت المال سے خرچہ لینا چھوڑ دوں گا۔ اگر حاجت مند رہا تو ضرورت کے مطابق لوں گا۔[7]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سرکاری بیت المال کے سلسلہ میں انتہائی پرہیزگار اور بہت احتیاط برتتے تھے۔ معمر بن ابی عمرو لکھتے ہیں، ایک روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: تمھارا کیا خیال ہے کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ کے مال سے کس قدر معاوضہ لینا حلال ہے؟ اس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المؤمنین کو اس بارے میں ہم سے زیادہ علم ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ میرے لیے کیا حلال ہے مجھے ایک سواری درکار ہے جس پر میں حج اور عمرہ ادا کرنے جا سکوں۔ ایک جوڑا سردیوں کے لیے اور ایک گرمیوں کے لیے، بچوں اور جملہ اہل خانہ کی خوراک اور میرا وہ حصہ جو دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہے مجھے ملے گا کیونکہ میں بھی مسلمانوں کا فرد ہوں۔ معمر بیان کرتے ہیں کہ "جس سواری پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج اور عمرہ کیا کرتے تھے وہ ایک اونٹ تھا۔"[8]

ابن المبرد تحریر کرتے ہیں، ایک مرتبہ جمعہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گھر سے آنے میں دیر ہو گئی۔ جب تشریف لائے تو حاضرین سے تاخیر پر معذرت کی اور فرمایا: دراصل میں اپنے ان پہنے ہوئے کپڑوں کو دھلوا رہا تھا۔ میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی لباس نہیں تھا۔[9]

ربیع بن زیاد حارثی روایت کرتے ہیں۔" وہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی حالت دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے ربیع نے عرض کیا: امیر المؤمنین عمدہ کھانے، عمدہ سواری اور عمدہ لباس کے سب سے زیادہ مستحق آپ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت کھانا تناول فرما رہے تھے کھانا بہت سادہ اور معمولی تھا آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ٹہنی اٹھائی اور ربیع کے سر پر ماری، پھر کہا: اللہ کی قسم! میرے خیال میں تم نے یہ بات صرف میری قربت حاصل کرنے کے لیے کہی ہے اللہ کی رضاجوئی کے لیے نہیں کی میں تو تمہیں اچھا انسان سمجھتا تھا۔ کیا تم جانتے نہیں رعایا کے ساتھ میری مثال کیسی ہے؟ ربیع نے عرض کیا: آپ ہی فرمائیے کیسی ہے؟ میری اور ان کی مثال

ایسے مسافروں کی سی ہے جو سب اپنے اخراجات ایک آدمی کے حوالے کر دیں اور اسے کہہ دیں کہ تم ان اخراجات کو سب کے لیے عمل میں لاؤ۔اب بتاؤ کیا کسی کے لیے جائز ہے کہ ان میں سے کچھ اپنے لیے مخصوص کر لے؟ ربیع نے کہا: نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس میری اور سب مسلمانوں کی یہی مثال ہے"[10]

قاسم عاشور لکھتے ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دفعہ بیمار ہوئے اطباء نے بطور علاج شہد پینے کا مشورہ دیا۔ مفتوحہ علاقے سے آیا ہوا شہد بیت المال میں موجود تھا۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ شہد پینے سے انکار کر دیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر تشریف لائے اور لوگوں سے شہد پینے کی اجازت مانگی اور کہا: " اگر تم لوگ مجھے شہد پینے کی اجازت دو تو ٹھیک ہے ورنہ وہ میرے لیے ناجائز ہے۔"

لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ  کی یہ بات سن کر انتہائی متاثر ہوئے اور آپس میں کہنے لگے "امیر المؤمنین !آپ رضی اللہ عنہ کی خوبی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔آپ رضی اللہ عنہ نے تو اپنے بعد میں آنے والوں کے لیے بہت کڑا معیار قائم کر دیا ہے۔"  چنانچہ سب لوگوں نے آپ کو شہد پینے کی اجازت دی اور اس کے بعد انہوں نے شہد استعمال کیا۔[11]

عبد الرحمٰن بن نجیح بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک اونٹنی تھی وہ اسی اونٹنی کا دودھ پیا کرتے تھے۔ایک دن ان کے غلام نے انہیں دودھ کا پیالہ دیا تو یہ دودھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اچھا نہ لگا۔ چنانچہ خادم سے پوچھا: "سچ بتاؤ یہ دودھ کہاں سے لائے ہو؟" اس نے کہا: "امیر المؤمنین !اونٹنی کا بچہ کھل گیا تھا اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کا سارا دودھ پی گیا۔ چنانچہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو بیت المال کی ایک اونٹنی کا دودھ پلا دیا۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "  اللہ تمہیں ہدایت دے یہ تم نے کیا کر دیا! میں اس کو اپنے لیے جائز نہیں سمجھتا۔اب میں اپنے لیے اس دودھ کی حلت کے سلسلے میں لوگوں سے مشورہ کروں گا۔" چنانچہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ معاملہ رکھا تو سب نے بالاتفاق یہ فتویٰ دیا کہ نہ صرف بیت المال کی اونٹنی کا دودھ آپ کے لیے حلال تھا بلکہ گوشت بھی حلال ہے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے استحقاق کے باوجود ان سہولیات سے مستفید ہونے کے لیے تیار نہیں تھے۔[12]

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عراق سے ایک وفد آیا۔اس میں احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ شدید گرمی کا موسم تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ چادر سر پر لپیٹے صدقے کے ایک اونٹ کو گندھک ملا تیل مل رہے تھے۔ارشاد فرمایا: "  احنف! تم بھی کپڑے بدل کر آجاؤ اور میری مدد کرو، یہ صدقہ کا اونٹ ہے جس میں یتیم، مسکین اور بیوہ کا حق ہے۔"

ایک آدمی نے کہا: "امیر المؤمنین! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے آپ کسی غلام کو حکم کیوں نہیں دیتے کہ وہ یہ کام کرے۔" آپ رضی اللہ عنہ نے کہا:

"وأيُّ عبدٍ هو أعبدُ منّي ومن الأحنف؟ إنه من ولي أمرَ المسلمين، فهو عبا للمسلمين، يجب عليه لهم ما يجب علي العبد لسيده من النصيحة، وأداء الأمانة"[13]

"مجھ سے اور احنف سے بڑا غلام اور کون ہو سکتا ہے؟ جو شخص بھی کسی رعایا کا والی بنے اس کی حیثیت عوام کے سامنے ایسی ہے جس طرح خیر خواہی اور امانت داری کے سلسلے میں ایک غلام کی آقا کے سامنے ہوتی ہے۔"

ابنِ جوزی اس روایت کو تحریر فرماتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: "میں نے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اونٹ کی پشت پر پالان کی لکڑی پر بیٹھے تیزی سے جاتے دیکھا۔ میں نے کہا: 'اے امیر المؤمنین! کہاں جارہے ہیں؟' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: 'صدقے کا اونٹ بھاگ گیا ہے اسے تلاش کرنے جارہا ہوں۔ میں نے کہا' :آپ نے تو اپنے بعد میں آنے والے خلفاء کو مشکل اور مشقت میں ڈال دیا۔' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: 'اے ابوالحسن! مجھے ملامت مت کرو۔ اللہ کی قسم جس نے محمد ﷺ کو برحق نبوت عطا فرمائی! اگر فرات کے کنارے سے بھی بکری کا کوئی بچہ گم ہو گیا تو قیامت کے دن عمر سے اس کا سوال ہوگا۔'"[14]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: لوگ امام اور خلیفہ کے سامنے جواب دہ ہیں اور خلیفہ وقت اللہ کے حضور جواب دہ ہے۔ جب خلیفہ تن آسان ہو گا تو رعایا بھی اس راستے پر چل پڑے گی۔[15]

ظافر القاسمی لکھتے ہیں، خشک سالی کے دوران ایک موقع ایسا آیا کہ مہنگائی ہو گئی خاص طور پر گھی مہنگا ہو گیا لوگوں کو مہنگائی کا سامنا کرنا پڑا عام لوگوں کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی گرانی کا مقابلہ کیا۔ انھوں نے گھی کھانا چھوڑ دیا عام کھانے والے تیل پر گزارا کرنے لگے۔ اس کے نتیجے میں ان کا پیٹ خراب ہو گیا ایک دفعہ پیٹ سے گڑ گڑ کی آواز آئی تو پیٹ کو مخاطب کر کے کہا:

"قرقراولاتقرقو،لیس لک عندناغیرالزیت حتی یحیاالناس"

"تم گڑ گڑ کرو یا خاموش رہو، تم گھی مانگتے ہو گے۔ اللہ کی قسم! جب تک میری رعایا کے سب لوگ گھی نہ کھا سکیں گے تجھے بھی میسر نہ ہوگا۔"

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف آپ کی بات سن کر وہاں سے نکل آئے۔ آپ روتے جاتے اور کہتے جاتے: "اے عمر! تمہارے بعد لوگ برباد ہو جائیں گے تمہارے بعد لوگ برباد ہو جائیں گے۔[16]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معیار زندگی عام لوگوں جیسا تھا وہ عام لوگوں جیسا ہی کھاتے تھے انہیں ایسا کھانا قطعاً گوارا نہیں تھا جو سب لوگوں کو میسر نہ ہو۔ اکثر روزہ رکھتے تھے۔ عام الرمادہ کے ایام میں ان کے لیے تیل سے بنا ہوا ثرید لایا جاتا وہ اسے بخوشی تناول فرماتے تھے۔ ایک دن کچھ اونٹ ذبح کیے گئے لوگوں کو کھلانے سے پہلے گوشت کا عمدہ حصہ جو کوہان اور جگر کے لمبے ٹکڑوں پر مشتمل تھا الگ کر لیا گیا اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یہ ٹکڑے کہاں سے آئے؟ لوگوں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! یہ ان اونٹوں سے لیے گئے ہیں جو آج ہم نے ذبح کیے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بڑا تعجب کیا اور فرمایا: اگر میں یہ عمدہ اور لذیذ گوشت کھا لوں، جبکہ عام لوگ اس سے کم تر گوشت کھا رہے ہیں تو میں کتنا برا حکمران ہوں گا۔ پھر فرمایا: یہ برتن اٹھا لو اور میرے لیے کوئی اور سادہ کھانا لے کر آؤ۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روٹی اور زیتون کا تیل لایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا تیل میں بھگو کر کھانے لگے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ قانون نہ صرف مدینہ میں نافذ کر رکھا تھا بلکہ پوری مملکتِ اسلامیہ میں یہی قانون نافذ تھا۔اور آپؓ نے تمام عمال کو یہی احکام دے رکھے تھے۔ یہاں تک کہ کھانے پینے کے سلسلے میں بھی یہی قانون سرکاری طور پر نافذ العمل تھا۔[17]

ابنِ جوزی تحریر فرماتے ہیں،ایک دفعہ جب عتبہ بن فرقد آذربائیجان کا حاکم بن کر وہاں پہنچا تو ان کے سامنے کھجور اور گھی سے تیار کردہ حلوہ پیش کیا گیا۔انہوں نے کھایا اور اسے بہت عمدہ اور شیریں پایا۔ عتبہ کے دل میں خیال آیا کیوں نہ ایسا اچھا حلوہ امیر المؤمنین کی خدمت میں ارسال کیا جائے۔انہوں نے اس حلوے کے دو بڑے ٹوکرے تیار کرائے اور دو آدمیوں کی معیت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ فرمادیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کھول کر دیکھا تو دریافت فرمایا: یہ کیا ہے؟لوگوں نے بتایا: یہ گھی اور کھجور کا تیار کردہ حلوہ ہے ۔انہوں نے اسے چکھا۔ معلوم ہوا کہ یہ کوئی عمدہ میٹھی چیز ہے۔دریافت فرمایا: کیا وہاں سب لوگ گھروں میں ایسی ہی خوراک کھاتے ہیں؟جواب دیا گیا: نہیں،اس پر آپ نے حکم دیا:اسے واپس بھیج دو، پھر عتبہ کے نام یہ تحریر لکھی:"یہ تمہارے والدین کا کمایا ہوا مال نہیں ،تمہیں ایسی ہی خوراک استعمال کرنی چاہیے جو وہاں کے عام لوگوں کو میسر ہو۔"[18]

عباس محمود العقاد بیان کرتے ہیں، بعض اوقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی ضرورت کے لیے بیت المال سے قرض لیتے، بعض دفعہ تنگ دستی کے باعث قرض کی ادائیگی میں تاخیر ہو جاتی۔بیت المال کا انچارج آپ کے پاس آکر قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتا تو آپ رضی اللہ عنہ اس کے سامنے عذر پیش کرتے اور مالِ غنیمت وغیرہ میں مسلمانوں کے حصے میں اپنے لیے مقرر ہونے والے حصے کے آنے تک قرض کی واپسی کو مؤخر کرتے اور اس حصہ سے اپنے قرض کی ادائیگی کرتے۔اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ بیت المال سے قرض لینے سے ڈرتے تھے۔ صرف اسی صورت میں بیت المال کی طرف رجوع کرتے اگر اپنے کسی ساتھی سے قرض نہ مل پاتا۔ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف ایک تجارتی قافلہ روانہ کرنے کے لیے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے چار ہزار درہم لینے کے لیے آدمی بھیجا۔ وہ آدمی یہ پیغام لے کر واپس لوٹا کہ آپ یہ رقم بیت المال سے حاصل کر لیجیے بعد میں واپس کر دیجیے گا۔ یہ جواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بہت گراں گزرا۔آپ رضی اللہ عنہ ان سے ملے اور اُن سے اس بات کی تصدیق کرنے کے بعد فرمایا" اگر میں قافلے کی واپسی سے پہلے مر جاؤں اور تم کہہ دو کہ یہ مال امیر المؤمنین نے بیت المال سے لیا تھا اسے انہی کے ذمہ چھوڑ دو اور اس وجہ سے میں قیامت کے دن پکڑ لیا جاؤں تو کیا یہ مناسب ہے؟ ہرگز نہیں۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ آپ جیسے کسی تگڑے آدمی سے ادھار لوں جو میرے مرنے کے بعد میرے ورثاء سے وصول کرنے کی طاقت اور صلاحیت رکھتا ہو۔"

آخر کار وہی ہوا جس کا آپ رضی اللہ عنہ کو اندیشہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قرض ادا کرنے سے پہلے ہی آگیا لیکن بڑے بڑے کاموں میں مشغول رہنے کے باوجود انہیں موت کبھی بھولنے نہیں پائی۔ وہ اپنے ورثاء کو اپنے قرضوں کے بارے میں جانچ پڑتال اور ان کی ادائیگی کی صورتوں کے بارے میں بتانے سے غافل نہ رہے۔آپ رضی اللہ عنہ نے ایک روز اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بُلا کر انہیں وصیت فرمائی اگر عمر کے گھر والوں کا مال قرض کو پورا کر دے تو ان کے اموال سے یہ قرض ادا کر دینا ورنہ بنو عدی سے پوچھنا۔ اگر ان

کے اموال بھی اس قرض کو پورا نہ کر سکیں تو قریش سے سوال کرنا البتہ قریش کے علاوہ کسی کے پاس نہ جانا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس وقت موجود تھے۔ انہوں نے تجویز دیتے ہوئے اشارہ کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ بیت المال سے مطلوبہ رقم ادھار لے کر اپنا قرض ادا کر لیں پھر اسے ادا کر دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ قبول نہیں فرمایا بلکہ اپنے فرزند عبداللہ کو بُلا کر فرمایا: ''میرا سارا قرض اپنے ذمہ لو انہوں نے تمام قرض اپنے ذمہ لے لیا اور اس کو پورا کرنے کا وعدہ بھی کر لیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ابو لولو فیروز مجوسی نے حملہ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ شہادت کے مقام پر فائز ہو گئے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کی تدفین سے پہلے اہلِ شوریٰ اور بہت سے انصاری صحابہ کو اس قرض کے اپنے ذمہ ہونے پر گواہ بنا لیا۔ پھر ابھی ہفتہ نہ گزرا تھا کہ انہوں نے یہ مال فراہم کر کے خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا اور اس قرض کی ادائیگی پر کئی گواہ بھی قائم کر لیے۔ اس قرض کو پورا کرنے کے لیے انہیں اپنے والد محترم کا ایک گھر بیچنا پڑا۔ ایک عرصے تک اس گھر کو دار القضاء کے نام سے یاد کیا جاتا رہا کہ یہ وہ گھر ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قرض کو پورا کرنے کے لیے بیچا گیا۔[19]

## قومی خزانے سے عزیز و اقارب کے تصرف کی ممانعت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے رشتہ داروں اور اہل خانہ کو اپنے منصب اور خلافت کی مدد سے معمولی سا مال حاصل کرنے سے بھی روکتے تھے، اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اقرباء کے لیے میدان کھلا چھوڑ دیتے تو خوب خوش حال رہتے اور بعد میں آنے والے بھی ایسا ہی عمل کرتے۔ اس طرح اللہ کا مال حکمرانوں کے ہاتھوں تک محدود ہو کر رہ جاتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل خانہ کو ان عمومی منفعتوں سے مستفید ہونے سے منع کر رکھا تھا جو سرکاری طور پر لوگوں کی کسی جماعت کے لیے مخصوص ہوتی تھیں۔ وہ ڈرتے تھے کہ کہیں ان کے اہل خانہ کو اس سے امتیازی حیثیت حاصل ہو جائے۔

ابنِ سعد بیان کرتے ہیں، قحط والے سال میں ایک دن عمر بن الخطاب نے اپنے کسی بچے کے ہاتھ میں تربوز دیکھ لیا۔ فوراً فرمایا: تم پر تعجب ہے کہ اے امیر المؤمنین کے بیٹے! تو پھل کھا رہا ہے اور امت محمد ﷺ تنگی کا شکار ہے! بچہ رو دیا اور وہاں سے بھاگ گیا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آرام سے نہ بیٹھے۔ وہ تحقیق فرما رہے تھے کہ بچے کے پاس تربوز کہاں سے آیا۔ آخر کار انھیں اس وقت قرار آیا جب پتا چلا کہ بچے نے یہ تربوز ایک مٹھی گھٹلیوں کے بدلے خریدا ہے۔''[20]

ابن المبرد بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمائش کی کہ ''ابا جان! مجھے ایک انگوٹھی ہبہ کر دیجیے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اپنی ماں کے پاس جاؤ وہ تمہیں ستو پلائے گی اور اسے کچھ نہ دیا۔''[21]

عہدِ فاروقی میں بیت المال کے انچارج معیقیب بیان کرتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دوپہر کے وقت مجھے بلا بھیجا میں ان کی خدمت میں پہنچا۔ وہ اپنے بیٹے عاصم کو کسی بات پر ڈانٹ رہے تھے۔ مجھ سے فرمایا: تمہیں معلوم ہے اس نے کیا کیا؟ یہ عراق گیا اور عراق والوں کو خبر دی کہ وہ امیر المؤمنین کا بیٹا ہے۔ ان سے اپنے لیے اخراجات کے سلسلے میں مدد طلب کی۔ انہوں نے اسے کچھ برتن، چاندی، کچھ

سامان اور ایک آراستہ منقش تلوار دی ہے۔ عاصم نے عرض کیا: میں نے ہر گز ایسا نہیں کیا۔ میں تو صرف کچھ مسلمان لوگوں کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھے یہ سب کچھ دے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معیقیب سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: یہ سب چیزیں بیت المال میں جمع کر لو۔ اگر اس نے سوال نہیں کیا تو بھی حکمرانوں اور سرکاری عہدے داروں کو ملنے والے تمام تحائف سرکاری ملکیت ہیں۔ ان کی ذاتی ملکیت نہیں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس مسئلے میں دوٹوک مؤقف تھا کہ ایسے تحائف بیت المال میں جائیں گے۔ اسی لیے انہوں نے اپنی اہلیہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ کو دیے گئے تحائف بھی بیت المال میں جمع کرا دیے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ ان کے بیٹے کو یہ مال صرف اس لیے ملا کہ وہ امیر المؤمنین کے بیٹے ہیں۔ چنانچہ وہ اس مال کو عاصم کے لیے جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا مؤقف یہ تھا کہ اس مال کے حصول میں ان کے بیٹے کی کوئی محنت شامل نہیں۔ ان کا یہ عمل رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے عین مطابق تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابن ازدی کو عامل بنا کر بھیجا۔ وہ واپس آکر کہنے لگا یہ مال تو آپ کا ہے اور یہ تحائف مجھے دیے گئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ''ہم کچھ لوگوں کو عامل بنا کر بھیجتے ہیں وہ واپس آکر ہمیں یہ جواب دیتے ہیں یہ آپ لوگوں کا مال ہے اور یہ مجھے تحائف کی صورت میں ملا ہے وہ شخص اپنے والدین کے گھر میں بیٹھے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اسے کتنے تحائف ملتے ہیں۔'' [22]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایران میں فارسیوں کے خلاف جہاد کے لیے گیا ہوا تھا۔ معرکہ جلولا میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ مالِ غنیمت میں بے شمار سامان مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ میں نے اس میں سے کچھ سامان چالیس ہزار درہم میں خرید لیا اور اسے اپنے ہمراہ لے کر مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ جب اپنے والد گرامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے اس سامان کو یقیناً دیکھ لیا تھا۔ مجھ سے فرمانے لگے۔ بیٹے تمہاری کیا رائے ہے اگر کل قیامت کے روز مجھے آگ میں پھینکا جانے لگے اور تمہیں کہا جائے کہ فدیہ دے کر اپنے باپ کو بچا لو تو تم کیا کرو گے؟ میں نے عرض کیا: ابا جان کیوں نہیں میں آپ کو ہر تکلیف دہ چیز سے بچانے کے لیے جتنا بھی فدیہ دے سکا دے کر آپ کو بچا لوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"كَأَنِّي شَاهِدُ النَّاسِ حِينَ تَبَايَعُوا فَقَالُوا: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وابن أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيْهِ، وَأَنْتَ كَذَلِكَ فَكَانَ أَنْ يُرَخِّصُوا عَلَيْكَ أَحَبُّ إِلَيْهِمْ مِنْ أَنْ يَغْلُوا عَلَيْكَ، وَإِنِّي قَاسِمٌ مَسْئُولٌ وَأَنَا مُعْطِيكَ أَكْثَرَ مَا رَبِحَ تَاجِرٌ مِنْ قُرَيْشٍ، لَكَ رِبْحُ الدِّرْهَمِ دِرْهَمٌ، قَالَ: ثُمَّ دَعَا التُّجَّارَ فَابْتَاعُوهُ مِنْهُ بِأَرْبَعِمِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ، فَدَفَعَ إِلَيَّ ثَمَانِينَ أَلْفًا وَبَعَثَ بِالْبَاقِي إِلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ لِيَقْسِمَهُ[23] ".

''سنو میرے بیٹے! میں گویا تصور کی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں کہ تم مالِ غنیمت کا یہ مال خرید رہے ہو اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ عبداللہ رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہے۔ یہ امیر المؤمنین کا بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں بہت محبوب بھی ہے بلاشبہ یہ ساری صفات تمہارے اندر پائی جاتی ہیں۔ پھر لوگوں نے کہا ہوگا کہ اس سے زیادہ قیمت نہ لو اور اسے مطلوبہ سامان سستے داموں میں دے دو۔ بیٹے! میں ایک ذمہ دار آدمی ہوں

لوگوں میں مال تقسیم کرتا ہوں۔ میں تمہیں کسی بھی قریشی تاجر سے زیادہ منافع دوں گا۔ایک درہم کا منافع ایک درہم ہوگا گویا سو فیصد منافع دیتا ہوں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کے بڑے بڑے تاجروں کو بلوایا اور وہ سارا مال چار لاکھ درہم میں فروخت کر دیا۔اس میں سے مجھے اسی ہزار درہم دیے اور باقی رقم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس ارسال فرمائی اور انہیں حکم دیا کہ اسے تقسیم کر دو۔''

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ مال آیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی انہوں نے عرض کیا: '' امیر المؤمنین! اس مال میں آپ کے اقرباء کا بھی حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مال سے اقرباء کا حق متعین فرمایا ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''پیاری بیٹی! میرے اقرباء کا حق میرے ذاتی مال میں ہے۔ یہ مال تو مسلمانوں کی بہتری کے لیے خرچ ہوگا۔ تم نے باپ کے مقابلے میں اقرباء کی خیر خواہی کی۔ اس لیے یہاں سے اٹھ جاؤ۔''[24]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک اونٹ خریدا۔ میں بھی عام لوگوں کی طرح اسے بڑی چراگاہ میں چراتا۔ جب اونٹ فربہ ہو گیا تو میں اسے بازار میں فروخت کرنے لے آیا۔ یہ ایک اتفاق تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس روز بازار میں داخل ہوئے۔ موٹے تازے اونٹ کو دیکھا تو پوچھا: ''یہ اونٹ کس کا ہے؟'' جواب ملا کہ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ تعجب سے کہا: ''اچھا امیر المؤمنین کے بیٹے عبداللہ کا۔ پھر مجھ سے پوچھا: یہ اونٹ کہاں سے آیا؟ میں نے عرض کیا: '' میں نے اسے خریدا پھر عوامی چراگاہ سے مستفید ہوا عام لوگوں کی طرح میرا ارادہ بھی اس سے نفع حاصل کرنے کا ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر لوگوں نے تیری رعایت کرتے ہوئے کہا ہو گا: ''امیر المومنین کے (بیٹے) کے اونٹ کو چرنے دو، اسے پانی پلاؤ۔'' پھر بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمایا: '' عبداللہ اسے بیچ کر اصل سرمایہ اپنے پاس رکھو اور باقی رقم مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کراؤ۔''[25]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں فتوحات کا سلسلہ چاروں طرف پھیلا ہوا تھا بہت سارا مالِ غنیمت بیت المال میں جمع ہوتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے مدینہ کی عورتوں میں کچھ چادریں اور اوڑھنیاں تقسیم فرمائیں ایک نہایت عمدہ اور قیمتی چادر بچ گئی بعض لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے مشورہ دیا: '' یا امیر المؤمنین! اسے رسول اللہ ﷺ کی نواسی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ کو دے دیں جو آپ کی زوجہ محترمہ بھی ہیں'' آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ: ''سیدہ ام سلیط رضی اللہ عنہ اس چادر کی زیادہ مستحق ہیں ام سلیط رضی اللہ عنہ انصاری خاتون ہیں اور ان خوش نصیب خواتین میں سے ہیں جنہوں نے براہِ راست اللہ کے رسول ﷺ کی بیعت کی سعادت حاصل کی تھی۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیدہ ام سلیط رضی اللہ عنہ انصاریہ اس قیمتی چادر کی کیوں مستحق تھیں؟ اس کا جواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود ہی دے دیا فرمایا: ''یہ خاتون احد کے روز ہمارے لیے مشکیزے بھر بھر کر لا رہی تھی۔''[26]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام یرفا کو مجھے بلانے

کے لیے بھیجا، میں حاضر ہو گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی، پھر فرمایا:

"فإني لم أكن أرى شيئاً من هذا المال يحل لي قبل أن أليه إلا بحقه، ثم ما كان أحرم عليّ منه حين وليته، فعاد أمانتي، وإني كنت أنفقت عليك من مال الله شهراً، فلست بزائدك عليه، وإني أعطيت ثمرك بالعالية فبعه، فخذ ثمنه، ثم ائت رجلاً من تجار قومك فكن إلى جانبه، فإذا ابتاع شيئاً فاستشركه، وأنفق عليك وعلى أهلك۔"[27]

" میں مسلمانوں کا خلیفہ مقرر ہونے سے پہلے بیت المال سے اپنے حق کے سوا کوئی اور چیز لینا جائز نہیں سمجھتا تھا، خلیفہ مقرر ہونے کے بعد بھی میں بیت المال کی ہر اضافی چیز اپنے اوپر حرام سمجھتا ہوں میں بیت المال کا امین ہوں میں نے تم پر اللہ کے اس مال سے ایک مہینہ تک خرچ کیا اب اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا میں تمہیں مدینہ کے مضافاتی علاقے کے پھل بطور عطیہ دیتا ہوں کہ تم ان کو بیچ کر کسی تاجر سے مل کر تجارت کرو، منافع کماؤ اور اپنے اخراجات پورے کرو" عاصم فرماتے ہیں: "میں نے ایسا ہی کیا"

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک سسرالی رشتہ دار آیا اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ مجھے بیت المال سے کچھ عنایت فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا۔

"أردت أن ألقى الله ملكا خائنا!؟ فلما كان بعد ذلك أعطاه من صلب ماله عشرة آلاف درهم"

" تمہارا ارادہ ہے کہ میں اللہ تعالی کے سامنے ایک خائن حکمران کی حیثیت سے حاضر ہوں؟ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ذاتی مال سے دس ہزار درہم عنایت فرمائے" اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدہ کا فرض بھی احسن طریقہ سے پورا کیا اور رشتہ داری کا حق بھی ادا کیا۔[28]

ابنِ اثیر بیان کرتے ہیں، رومی بادشاہ نے حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مصالحت کا ارادہ کر لیا۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اپنا ایلچی بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی پیش کش کا مثبت جواب دیتے ہوئے اُس ایلچی کے ساتھ اپنا سفیر روانہ کر دیا۔ امِ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ نے ملکہ روم کے لیے خوشبو، مشروبات اور دیگر تحائف چپکے سے اُن کے ایلچی کے حوالے کر دیے۔ جب اس نے یہ چیزیں ملکہ روم تک پہنچائیں تو قیصر کی بیوی نے عورتوں کو جمع کیا اور کہا دیکھو یہ عرب کے بادشاہ کی بیوی نے تحفہ بھیجا ہے اور یہ ان کے نبی ﷺ کی نواسی بھی ہے پھر ملکہ روم نے ام کلثوم رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور جواباً تحائف بھی ارسال کیے۔ اس میں ایک عمدہ قسم کا ہار بھی تھا۔ رومیوں کا ایلچی یہ تحائف لے کر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سب تحائف اپنے پاس رکھ لیے اور فرمایا: "نماز کے لیے اکٹھے ہو جاؤ۔" سب اکٹھے ہو گئے۔ سب کو دو رکعات پڑھائیں اس کے بعد فرمایا "جس معاملے کا تعلق میرے ذاتی اور گھریلو امور سے ہو اور اسے مشورہ کیے بغیر طے کر لیا جائے تو اس میں کوئی خیر نہیں ہو گی۔ مجھے مشورہ دو کہ یہ تحفہ جو ملکہ روم کی طرف سے آیا ہے اس کا کیا کیا جائے؟" کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ یہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ کو اس تحفے کے بدلہ میں دے دیا جائے جو انہوں نے ملکہ روم کو بھیجا تھا۔ چوں کہ ملکہ روم ہماری رعایا میں سے نہیں ہے نہ ہی اس نے یہ تحفہ آپ

کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اس لیے آپ اسے بیت المال میں جمع نہیں کرا سکتے۔ کچھ لوگوں نے کہا ہم بھی کچھ کپڑے بھیجا کرتے تھے کہ اس کا بدلہ حاصل کر سکیں یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: لیکن ایک جانب مسلمانوں کا سفیر اور دوسری طرف ان کا ایلچی تھا مسلمانوں نے رومیوں کی ملکہ کی اس کی رہائش گاہ جا کر عزت کی لہٰذا جواب میں جو کچھ ملا یہ مسلمانوں ہی کا حق ہے۔ پھر انہوں نے ملکہ روم کی طرف سے بھیجے گئے ہار کو بیت المال میں جمع کرا دیا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہ کو ان کے اخراجات کی مناسبت سے عطیہ عنایت فرمایا۔" [29]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک خادم زید بن اسلم بیان کرتے ہیں: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور عبیداللہ رضی اللہ عنہ عراق جانے والے ایک لشکر میں شامل ہوئے جنگ ختم ہو گئی تو واپسی پر بصرہ کے گورنر جناب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس چند روز کے لیے رُک گئے۔ انہوں نے ان کو عزت بخشی اور بھرپور مہمان نوازی کی" اور پھر کہنے لگے: " اگر میرے پاس تمہیں نفع پہنچانے کا کوئی ذریعہ ہوتا تو ضرور پہنچاتا" پھر کہا: " ارے ہاں کیوں نہیں ایک ذریعہ ہے۔ بیت المال کی کچھ رقم موجود ہے اسے میں امیر المؤمنین کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں۔ میں اس بارے میں تمہارے ساتھ بیع سلف کر سکتا ہوں۔ تم اس رقم سے عراقی سامان خرید لو اور مدینہ جا کر بیچ دو۔ اصل مال امیر المؤمنین کی خدمت میں پیش کر دینا اور نفع خود رکھ لینا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام ایک تحریر ارسال کی اور فرمایا کہ وہ یہ رقم وصول کر لیں۔" جب وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے پوچھا: " کیا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے تمہاری طرح سارے لشکر سے اسی طرح رعایت برتی ہے؟"

انہوں نے جواب دیا: "نہیں" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "پھر اصل رقم اور منافع دونوں پیش کرو۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے" عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "امیر المؤمنین آپ کا یہ اقدام ٹھیک نہیں۔ کیونکہ اگر مال ضائع ہو جاتا یا رقم گم ہو جاتی تو ہم اس کے ضامن تھے۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ فرمایا: "پوری رقم حاضر کرو عبداللہ پھر خاموش رہے" اور عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ دفاع کیا۔ پاس بیٹھے ایک شخص نے کہا": امیر المؤمنین! آپ اسے مضاربت کی شکل کیوں نہیں دے دیتے؟" یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصل رقم اور آدھا منافع لے لیا اور آدھے منافع کی عبداللہ رضی اللہ عنہ اور عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو چھوٹ دے دی۔ [30]

محمد سالم تحریر کرتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے کستوری اور عنبر کی ایک مقدار آئی، کہنے لگے: "میری خواہش ہے کہ اگر کوئی عورت وزن کا اندازہ کرنے میں ماہر ہو تو وہ مجھے بتائے کہ اس کا وزن کیا ہے؟ میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل نے عرض کیا: "یہ کام تو میں خود بہتر طریقے سے کر سکتی ہوں۔ لائیے میں وزن کیے دیتی ہوں۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " نہیں" بیوی نے پوچھا کیوں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"إِنِّي أَخْشَى أَنْ تَأخُذِيهِ فَتَجْعَلِينَهُ هَكَذَا أَدْخَلَ أَصَابِعَهُ فِي صُدْغَيْهِ وَتَمْسَحِينَ بِهِ عُنُقَكِ فَأُصِيبُ فَضْلًا عَلَى الْمُسْلِمِينَ" [31]

" مجھے خدشہ ہے کہ تو اس کستوری اور عنبر کو ہاتھ پر رکھے گی پھر تو اس طرح کرے گی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلیاں کنپٹی پر رکھ کر اشارے سے وضاحت فرمائی پھر فرمایا کہ تو یہ خوشبو اپنی گردن پر بھی مل لے گی۔ اس طرح تجھے دیگر مسلمانوں سے زیادہ حصہ مل جائے

گا۔"

قومی خزانہ کا مصرف عوام ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اگر اللہ مجھے سلامت رکھے تو ان شاء اللہ میں عراق کی سرزمین میں بسنے والی بیواؤں کو اتنا خود کفیل بنادوں گا کہ میرے بعد وہ کسی کی محتاج نہیں رہیں گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عام الرمادہ میں لوگوں پر کثرت سے مال خرچ کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بارش کا نزول فرمایا، قحط سالی ختم ہو گئی اور لوگ اپنے گھروں کو واپس لوٹنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور باہر نکلے اور لوگوں کو اپنی سواریوں پر سوار واپس جاتے دیکھ کر رونے لگے۔ بنو محارب بن خصفہ کے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس طرح روتے دیکھا تو کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! میں گواہ ہوں کہ آپ رضی اللہ عنہ پر سے خشک سالی کی آفت دور ہو گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ لونڈی کے نہیں ایک آزاد خاتون کے بیٹے ہیں، دراصل ان الفاظ سے وہ آپ رضی اللہ عنہ کی فیاضی کی تعریف کر رہا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: افسوس ہے تم پر! یہ تعریف اس وقت بھلی لگتی جب میں لوگوں پر اپنا یا والد خطاب کا مال صرف کرتا۔ میں نے جو کچھ خرچ کیا وہ تو سب اللہ تعالیٰ کا مال تھا۔

اسی طرح ایک موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: تم پر میرا یہی حق ہے کہ میں تمھارے خراج اور مالِ فے سے سوائے اپنے حصے کے کچھ نہ لوں اور تمھیں یہ حق حاصل ہے کہ تم نگرانی رکھو کہ یہ مال ناحق خرچ تو نہیں ہو رہا، تمھارا یہ بھی حق ہے کہ میں تمھاری تنخواہوں، وظائف اور عطیات میں اضافہ کرتا رہوں، ان شاء اللہ! میں ایسا ہی کرتا رہوں گا۔[32]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خلافت کے دور میں عطیات کی تقسیم کا کام نہایت منظم انداز سے ترتیب دیا۔ عطیات صرف شہری لوگوں ہی کے لیے مخصوص نہ تھے بلکہ قبائلی لوگوں کو بھی باقاعدگی کے ساتھ دیے جاتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بذات خود مدینے کے نواحی قبیلوں میں تشریف لے جاتے تھے اور رہائشیوں کو عطیات عنایت فرماتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں اور حکام کے نام تاکیدی احکامات ارسال فرماتے کہ لوگوں کو عطیات اور ان کے روزینے ادا کرو، مالِ فے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے عطا فرمایا ہے، یہ عمر یا عمر کے خاندان کی جاگیر نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ان کے حکام عوام کو غلے کی فراہمی پر ہی اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ وہ ان کی رہائش کے لیے مکان بھی فراہم کرتے۔ انھوں نے بصرہ، کوفہ اور فسطاط میں لوگوں کی سکونت کے لیے زمین فراہم کی۔[33]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کو مال عنایت فرمانے کے ساتھ ساتھ غذائی اجناس بھی بھیجتے۔ شام کے سفر کے دوران بلال بن رباح رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ کی قسم! شام کے علاقے میں آپ رضی اللہ عنہ کی فوج کے لوگ پرندوں کا گوشت اور میدے کی روٹی کھاتے ہیں جب کہ عام مسلمانوں کو ایسا عمدہ کھانا میسر نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو سنو! یہ بلال کیا کہہ رہا ہے۔ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! ہمارے شہروں میں اشیاء کی قیمتیں سستی ہیں، یہاں ہم یہ اشیاء اتنی قیمت میں خرید سکتے ہیں جتنی قیمت میں ہم حجاز میں مشکل سے اپنے اہلِ خانہ کا پیٹ پالتے تھے۔ اس

جواب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطمینان نہ ہوا اور فرمایا: میں مطمئن ہونے کے لیے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ تم مجھے مسلمانوں کی ماہانہ تنخواہ کی تفصیلات پیش کرو، اس کے بعد فرمایا: مجھے بتاؤ کہ ایک عام فرد کی ضروریات کیا کیا ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: ماہانہ دو بوری اناج اور اسی نسبت سے ضرورت کے تحت کھانے پکانے کا تیل اور سرکہ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ تمام چیزیں لوگوں تک پہنچانے کی ضمانت دی گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے گروہ مسلمان! یہ سب اشیاء تمھارے مقرر کئے گئے عطیات کے علاوہ ہوں گی۔ اگر حکام یہ سب چیزیں تمھیں ہر ماہ پہنچائیں تو ٹھیک ورنہ مجھے بتانا۔ میں انھیں معزول کر کے ان کی جگہ دوسرے حکام مقرر کر دوں گا۔ اسی طرح اسلامی فوج کے افسران فتح کئے ہوئے علاقوں دمشق، اسکندریہ اور حمص وغیرہ کے علاقوں میں لوگوں کے لیے مکانات کی تقسیم کی نگرانی بھی کرتے۔[34]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکمت عملی تھی کہ وہ عارضی طور پر مصائب میں مبتلا اشخاص کو ان کی وقتی ضرورت سے بڑھا کر عنایت فرماتے۔ مستقل طور پر بیمار اور عاجز فرد کے لیے یہ امداد بطور احسان ہوتا اور کام کاج سے فارغ افراد کے لیے کمائی کا ذریعہ بن جاتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے علاوہ اہلِ کتاب کے ان مساکین افراد کو بھی وظیفے عنایت فرماتے جن پر ان کے فقر و فاقہ کے سبب جزیہ معاف کر دیا گیا ہوتا تھا۔[35]

اسلم بیان کرتے ہیں ایک دفعہ مدینہ میں کچھ تاجر آئے انہوں نے عید گاہ میں پڑاؤ ڈالا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا: "کیوں نہ آج ہم ان لوگوں کی چوکیداری کریں؟" عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حامی بھری۔ دونوں رات کے وقت ان کی نگہبانی میں مصروف رہے اور نماز پڑھتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو اس کی ماں سے کہا: "اللہ سے ڈرو اور اپنے بچے کا خیال کرو۔" پھر اپنی جگہ آگئے۔ رات کے آخری حصے میں بچے کی دوبارہ آواز سنی تو دوبارہ فرمایا: "تم پر افسوس! کیسی ماں ہو؟ میں دیکھ رہا ہوں رات بھر تمہارا بچہ سکون سے نہیں سو سکا"، اس خاتون نے کہا: "اللہ کے بندے! میں اسے کھانا کھلانا چاہتی ہوں لیکن یہ کھاتا ہی نہیں۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "کیوں نہیں کھاتا؟" اس نے کہا: "کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قانون ہے کہ وہ بچے کا وظیفہ اس وقت مقرر فرماتے ہیں جب وہ ماں کا دودھ پینا چھوڑ دے۔ انہوں نے ہر دودھ چھڑائے ہوئے بچے کا وظیفہ مقرر کر رکھا ہے۔ اس لیے میں اس بچے کا دودھ چھڑانے کی کوشش کر رہی ہوں۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "تمہارے بیٹے کی عمر کتنی ہے؟" اس نے بتایا کہ: "وہ چند مہینوں کا ہے۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "اس کے دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو"، پھر صبح کی نماز پڑھی تو دورانِ نماز ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ گریہ کی شدت سے ان کی قرأت کی آواز بھی لوگوں تک ٹھیک طرح سے نہ پہنچی۔ اس کے بعد کہا:

"يابؤساً لعمركم قتل من أولاد المسلمين؟ ثم أمر منادياً فنادى:أن لا تعجلوا صبيانكم عن الفطام فإنا نفرض لكل مولود في الإسلام. وكتب بذلك إلى الآفاق"[36]

"اے عمر تیرا برا ہو، تیری وجہ سے کتنے مسلمانوں کے بچے ہلاکت کو جا پہنچے یعنی ان سے فیاضی کا سلوک نہیں کیا گیا۔ پھر ایک منادی کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے: لوگو! اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلد بازی سے کام نہ لو، ہم ہر مسلمان بچے کا وظیفہ مقرر کیے دیتے ہیں۔ یہ حکم نامہ انہوں نے پوری اسلامی ریاست کے حکام کو ارسال کر دیا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیدا ہونے والے بچہ کے لیے سو (۱۰۰) درہم وظیفہ مقرر فرماتے تھے۔ جب وہ بچہ بڑا ہوتا تو اسے دو سو (۲۰۰) درہم کر دیتے اور جب وہ بالغ ہو جاتا تو اور زیادہ کر دیتے تھے اگر ان کے پاس لاوارث بچہ لایا جاتا تو اس کے لیے بھی سو درہم اور مناسب وظیفہ مقرر فرماتے، جسے اس کا سرپرست و محافظ ہر مہینے وصول کر لیتا۔[37]

نتائج

اسلام نے حکمرانوں کو قومی خزانے کا امانت دار قرار دیا ہے۔

حکمران قومی خزانے کا صحیح استعمال نہیں کرتے تو وہ بد دیانت اور خائن ہیں۔

حکمرانوں کا سرکاری خزانے کا ناجائز استعمال قومی ترقی میں رکاوٹ کا سبب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں بیت المال کو ہمیشہ قوم کی ایک عظیم امانت تصور کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ احساس ہمیشہ جاگزیں رہا کہ بیت المال کا خزانہ پوری قوم کا خزانہ ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عام انسان کے گزر بسر کے برابر قومی خزانے سے تنخواہ وصول کی، آپ رضی اللہ عنہ قومی خزانے پر بوجھ نہیں بنے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قومی خزانے کی مکمل حفاظت فرمائی اور معمولی سی معمولی چیز کے استعمال سے گریز فرمایا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو سادگی اختیار کرنے اور فضول خرچی کی سختی سے ممانعت فرمائی اور خود بھی اس پر کاربند رہتے ہوئے اس قانون کو ریاستِ اسلامیہ میں نافذ فرمایا۔

قحط سالی میں جب مہنگائی بڑھ گئی تو بحیثیت حکمران آپ رضی اللہ عنہ نے سادہ کھانا استعمال فرمایا، گھی اور گوشت کے استعمال کو ترک کر دیا۔

عام الرمادہ کے سال جب لوگ سخت فاقہ کشی میں مبتلا تھے اس ہولناک صورتِ حال میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلامی ریاست کے وسائل اس آفت کو ختم کرنے اور قوم کو خوراک فراہم کرنے میں صرف کئے اور لوگوں کو فاقہ کشی سے نکالا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قومی خزانے کے استعمال سے اپنے اہلِ خانہ اور رشتہ داروں کو دور رکھا اور اس سلسلہ میں ان کی جانچ پڑتال کی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے قومی آمدنی کے مصرف میں اپنی قوم کو اپنے اہل خانہ و رشتہ داروں پر ترجیح دی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیرونِ ممالک سے آئے ہوئے تحائف کو قومی ملکیت قرار دیا۔

خلافتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں قومی آمدنی کو عوام پر خرچ کیا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں عوام کو عطیات، غذائی اجناس اور رہائش کے لیے مکانات فراہم کئے گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مسلمانوں کے بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت اور والدین کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ہر مسلمان بچے کا وظیفہ مقرر فرمایا۔

تجاویز

قومی خزانہ عوام کی امانت ہے اور حکمران اس کے امین ہوتے ہیں عوام کا پیسہ عوام پر ہی خرچ ہونا چاہیے یہ عوامی حق ہے۔

اسلامی ریاست میں قومی خزانے پر ہر مسلمان کا حق ہے۔ یہ کسی ایک کی ملکیت نہیں ہے، حاکمِ وقت سرکاری خزانے کا نگراں اور امین ہے اس کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ قومی خزانے سے اپنی عوام کی خوش حالی کا سامان کرے۔ اس کے لیے یہ بالکل جائز نہیں کہ قومی خزانے کی رقم ناحق خرچ کرے یا کسی کا واجب وظیفہ یا تنخواہ بند کر دے یا اسے روک دے جس سے عوام تکلیف میں مبتلا ہو جائے۔

جب ریاست کے مال پر حکمران ناجائز تصرف کرنے لگیں تو قوم کے یہ رہبر ورہنما عیش پرستانہ زندگی گزارنے کے عادی ہو جاتے ہیں جب کہ دوسری طرف سرکاری خزانے کا نظام بھی متاثر ہو جاتا ہے، ملک وقوم کی ترقی وتعمیر رک جاتی ہے، خیانت کھل کر سامنے آجاتی ہے، پھر سارے کا سارا ملکی نظام بگڑ جاتا ہے۔

اگر حکمران قوی خزانے کو عوامی امانت سمجھیں اور مکمل احتیاط برتیں اور ان کے مالی حقوق غصب نہ کریں تو قوم ان سے محبت کرنے لگ جائے گی اور ان کی طرف مائل و مہربان ہو جائے گی، ان کی اطاعت کرے گی، ایسے حکمران انھیں جان سے بھی بڑھ کر پیارے ہو جائیں گے۔

حکمران اگر قومی خزانے کا ناجائز و غلط استعمال نہ کریں، فضول خرچی ترک کر کے سادگی اور قناعت اختیار کریں تو ریاست کبھی مقروض نہیں ہو گی۔ اور عوام بھی سادگی اور قناعت کی طرف مائل ہو گی۔

حکمران طبقہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سرکاری خزانے میں امانت داری اور دائرہ کار اور اپنی ذمہ داریوں کو اپنا کر عمدہ ترین مثال بن سکتا ہے۔

**حوالہ جات**

---

[1] امام مسلم، ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری، صحیح مسلم، دارِ احیاء العربی، بیروت، ح ۱۸۲۵، ج ۳، ص ۱۴۵۷-

-[2] امام بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، مترجم: حافظ عبدالستار حماد، کتاب: حکومت اور قضا کے بیان میں، باب: جو شخص رعیت کا حاکم بنے اور ان کی خیر خواہی نہ کرے اس کا عذاب، دار السلام، ۱۴۳۳ھ، حدیث: ۷۱۵۰

-[3] ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی، سنن ابی داؤد، مترجم: الشیخ ابو عمار عمر فاروق سعیدی، کتاب: جہاد کے مسائل، باب: کافروں سے حاصل ہونے والے مال میں سے امام کا اپنے لیے کوئی چیز خاص کر لینا، دار السلام، ۲۰۱۶ء، حدیث: ۲۷۵۵

4-ابوداؤد، سنن ابی داؤد، المکتبۃ العصریہ صیدا، بیروت، حدیث: ۲۹۴۳، ج۳، ص۱۳۴

5-محب الدین الطبری، أبوالعباس أحمد بن عبداللہ بن محمد، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج۲، ص۴۰۴

6-محب الدین الطبری، أبوالعباس أحمد بن عبداللہ بن محمد، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج۲، ص۳۱۵۔۳۱۶

7-یحییٰ ابراھیم، الخلافۃ الراشدہ والدولۃ الاامویۃ من فتح الباری، دار الھجرہ، ریاض، ۱۹۹۶ء، ص۲۷۰

8-معمر بن راشد، معمر بن ابی عمرو راشد الازدی مولاھم، ابوعروۃ البصری، الجامع (منشور کملحق بمصنف عبدالرزاق)، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۳ھ، حدیث: ۲۰۰۴۶، ج۱۱، ص۱۰۴

9-ابنِ المبرد، یوسف بن احسن بن احمد بن حسن ابن عبدالھادی، محض الصواب فی فضائل امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الجامعۃ الاسلامیہ، مدینۃ النبویہ، ۲۰۰۰ء، ج۲، ص۴۹۲

10-ابنِ المبرد، محض الصواب فی فضائل امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، دارِ اضواء السلف، ریاض، ۲۰۰۰ء، ج۱، ص۳۸۳

11-قاسم عاشور، فرائد الکلام للخفاء کرام، دارِ طویق، سعودیہ، ۱۹۹۶ء، ص۱۱۳

12-ابنِ المبرد، محض الصواب فی فضائل امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الجامعۃ الاسلامیہ، مدینۃ النبویہ سعودیہ، ۲۰۰۰ء، ج۲، ص۶۱۰

13-ابنِ کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، عماد الدین، مسند امیر المؤمنین ابی حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ واقوالہ علی، دار الوفاء، المنصورہ، ۱۹۹۱ء، ج۱، ص۲۵۰

14-ابنِ جوزی، ابولفرج عبدالرحمٰن بن ابوالحسن علی بن محمد القرشی التیمی البکری، مناقبِ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، دار الکتاب العربی، بیروت، ۲۰۰۱ء، ص۱۶۱

15-ڈاکٹر محمد قلعجی، موسوعۃ فقہ عمر بن الخطاب، ص۱۴۶

16-ظافر القاسمی، نظام الحکم فی الشریعۃ والتاریخ الاسلامی، دار النفاس، بیروت، ۱۹۸۷ء، ج۱، ص۸۷

17-ظافر القاسمی، نظام الحکم فی الشریعۃ والتاریخ الاسلامی، دار النفاس، بیروت، ۱۹۸۷ء، ج۱، ص۱۸۸

18-ابنِ جوزی، ابولفرج عبدالرحمٰن بن ابوالحسن علی بن محمد القرشی التیمی البکری، مناقبِ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، دار ابنِ خلدون، ۱۹۹۶ء، ص۱۳۹

19-عباس العقاد، عباس محمود العقاد، عبقریۃ عمر، مکتبہ المصریہ، بیروت، ص۲۱۶

20-ابنِ سعد، ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع بغدادی، الطبقات الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰ء، ج۳، ص۲۴۰

21-ابنِ المبرد، محض الصواب فی فضائل امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الجامعۃ الاسلامیہ، مدینۃ النبویہ، ۲۰۰۰ء، ج۲، ص۴۹۲

22-اکرم بن ضیاء العمری، عصر الخلافۃ الراشدہ محاولۃ لنقد الراویۃ التاریخیۃ وفق منہج المحدثین، مکتبۃ العبیکان، الریاض، ۲۰۰۹ء، ج۱، ص۲۵۷

23-شمس الدین الذہبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز ذہبی دمشقی ترکمانی شافعی، تاریخ الاسلام ووفیات المشاھیر والاعلام، باب سیرۃ عمر بن الخطاب، المکتبۃ التوفیقیہ، ج۳، ص۵۴

24-محمد سالم الحضر، البلاغۃ العمریہ، مبرۃ الآل والاصحاب، ۲۰۱۴ء، ج۱، ص۱۵۰

25-ابنِ عساکر، ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ بن عبداللہ الشافعی، تاریخ دمشق، دار الفکر، ۱۹۹۵ء، ج۴۴، ص۳۲۶

26-محب الدین الطبری، أبوالعباس أحمد بن عبداللہ بن محمد، محب الدین الطبری، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج۲، ص۳۶۲

27-ابنِ عساکر، ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ، تاریخ دمشق، دار الفکر، ۱۹۹۵ء، ج۴۴، ص۳۲۹

-28 شمس الدین الذہبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز ذہبی دمشقی ترکمانی شافعی، سیر اعلام النبلا، دار الحدیث، القاہرہ، ۲۰۰۶ء، ج ۲، ص ۴۱۱

-29 ابنِ اثیر الجزری، ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم، عزالدین، الکامل فی التاریخ، دار الکتب العربی، بیروت، ۱۹۹۷ء، ج ۲، ص ۴۶۹

-30 ابنِ عساکر، ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ بن عبداللہ الشافعی، تاریخِ دمشق، دار الفکر، ۱۹۹۵ء، ج ۳۸، ص ۵۷

-31 محمد سالم الحضر، البلاغۃ العمریہ، مبرۃ الآل والاصحاب، ۲۰۱۴ء، ج ۱، ص ۱۷۲

-32 ڈاکٹر محمد قلعجی، موسوعۃ فقہ عمر بن الخطاب، ص ۱۳۵-۱۳۷

-33 ڈاکٹر عبدالعزیز بن ابراہیم العمری، الولایۃ علی البلدان فی عصر الخلفاء الراشدین، ج ۲، ص ۷۷-۷۹

-34 احمد بن یحیی البلاذری، فتوح البلدان، مؤسسۃ المعارف، بیروت، ۱۹۸۷، ص ۲۲۴-۲۵۷

-35 عبداللہ جمعان السعدی، سیاسۃ المال فی الاسلام فی عہد عمر بن خطاب، مکتبۃ المدارس، الدوحہ، قطر، ۱۹۸۳، ص ۱۷۲

-36 ابنِ منظور، محمد بن مکرم بن علی بن احمد بن منظور الانصاری الافریقی المصری الخزرجی جمال الدین ابوالفضل، مختصر تاریخ دمشق لا بن عساکر، دار الفکر، دمشق، ۱۹۸۴ء، ج ۱۹، ص ۱۶-۱۵

-37 ابنِ سعد، ابو عبداللہ محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، دار الاشاعت، کراچی، ۲۰۰۳ء، ج ۲، ص ۹۶

## References


1. Imam Muslim, Abu al-Husayn Muslim bin Al-Hajjaj bin Muslim al-Qashiri al-Nisaburi, Sahih Muslim, Dar-i-Ahya al-Arabi, Beirut, vol. 3, p.1457.
2. Imam Al-Bukhaari, Muhammad ibn Isma'il, Sahih al-Bukhari, translator: Hafiz Abdul Sattar Hammad , Book: In The Statement of Government and Qaza, Chapter: The Punishment of the One Who Becomes The Ruler of The Ra'ayat and Does Not Do Good To Them, Dar-ul-Salam, 1433 AH, Hadith: 7150
3. Abu Dawud, Suleiman bin Al-Ash'ath bin Ishaq bin Bashir bin Shaddad bin Umar Walazdi al-Sajistani, Sunan Abi Dawood, Translator: Al-Shaykh Abu Ammar Umar Farooq Saeedi, Book: Problems of Jihad, Chapter: Imam's Taking Something Special For Himself From The Wealth He Receives From Infidels, Dar-ul-Islam, 2016, Hadith: 2755
4. Abu Dawud, Sunan Abi Dawud, Al-Maktabat al-Asriyya, Beirut, Hadith: 2943, vol. 3, p. 134
5. Mohib al-Din al-Tabari, Abu al-Abbas Ahmad bin Abdullah bin Muhammad, al-Riyad al-Nidra fi Manaqib al-Ashra, Dar-ul-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, vol. 2, p. 404
6. Mohib al-Din al-Tabari, Abu al-Abbas Ahmad bin Abdullah bin Muhammad, al-Riyad al-Nidra fi Manaqib al-Ashra, Dar-ul-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, vol. 2, p. 315. 316
7. Yahya Ibrahim, Al-Khilafah al-Ra'id, Dadulat al-Amawiyah min Fath al-Bari, Dar-ul-Hijra, Riyadh, 1996, p. 270
8. Mu'ammar ibn Rashid, Mu'ammar ibn Abi 'Umar al-Rashid al-'Azdi Mulaham, Abu'rwat al-Basri, al-Jami (Manifesto of the Qur'an by Abdul Razzaq), al-Maktab al-Islami, Beirut, 1403 AH, Hadith: 20046, vol. 11, p. 104
9. Ibn al-Mubard, Yusuf bin Ahsan bin Ahmad bin Hasan ibn 'Abd al-Hadi, Vol. 2, p. 492
10. Ibn al-Mubard, Mere al-Sawaab fi Faa'il al-Mu'minin 'Umar ibn al-Khattab, Dar-i-Dawa al-Salif, Riyadh, 2000, vol. 1, p. 383
11. Qasim Ashur, Fara'id al-Kalam al-L-Khafa'ah, Dar-ul-Taweeq, Saudia, 1996, p. 113
12. Ibn al-Mubard, Mere al-Sawaab fi Faa'il al-Mu'minin 'Umar b. al-Khattab, al-Jama'at al-Islamiyya, Madinah al-Nabawiyya, Saudia, 2000, vol. 2, p. 610
13. Ibn Kathir, Abu l-Fida Isma'il b. 'Umar b. Kathir, Imad al-Din, Musnad Amir al-Mu'minin Abi Hafs 'Umar b. al-Khattab and 'Ali, Dar al-Wafa, al-Mansura, vol. 1, p. 250

14. Ibn Jawzi, Abu l-Faraj 'Abd al-Rahman b. Abu l-Hasan 'Ali b. Muhammad al-Qurashi al-Taymi al-Bakri, Manaqib Amir al-Mu'minin 'Umar b. al-Khattab, Dar al-Kitab al-Arabi, Beirut, 2001, p. 161
15. Dr. Muhammad Qalaji, Mussu'ah Fiqh 'Umar ibn al-Khattab, p. 146
16. Zaffar al-Qasimi, Nizam al-Hukm fi al-Shari'ah wa'l-Tarikh al-Islami, Dar al-Nafas, Beirut, 1987, vol. 1, p. 87
17. Zaffar al-Qasimi, Nizam al-Hukm fi al-Shari'ah wa'l-Tarikh al-Islami, Dar al-Nafas, Beirut, 1987, vol. 1, p. 188
18. Ibn Jawzi, Abu l-Faraj 'Abd al-Rahman b. Abu l-Hasan 'Ali b. Muhammad al-Qurashi al-Taymi al-Bakri, Manaqib Amir al-Mu'minin 'Umar b. al-Khattab, Dar ibn Khaldun, 1996, p. 139
19. Abbas al-Aqad, Abbas Mahmud al-Aqad, Ubqari'at Umar, Maktaba al-Misriyya, Beirut, p. 216
20. Ibn Sa'd, Abu Abdullah Muhammad bin Sa'd bin Minya Baghdadi, al-Tabaqat al-Kubra, Dar-ul-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, 1990, vol. 3, p. 240.
21. Ibn al-Mubard, Mere al-Sawaab fi Faa'il al-Mu'minin 'Umar ibn al-Khattab, al-Jamiat al-Islamiyyah, Madinah al-Nabawiyyah, vol. 2, p. 492
22. Akram bin Zia al-'Amri, Asr al-Khilafah al-Ra'idah Al-Muhawla al-Linqad al-Rawiyyah al-Tarikhiyyah wa Fiqh Minhaj al-Muhaddithin, Maktabat al-'Aikan, al-Riyadh, vol. 1, p. 257
23. Shams al-Din al-Dhahabi, Abu Abdullah Muhammad bin Ahmad bin Uthman bin Qaymaz Dhahabi, Damascus Turkmani Shafi'i, Tarikh-ul-Islam Wafiyat al-Mushahir wal-Alam, Bab Sirat 'Umar bin al-Khattab, al-Maktabat al-Tawfiqiyyah, vol. 3, p. 54.
24. Muhammad Salam al-Khidr, Al-Balagha al-'Umariyyah, Mubrat al-'Al wa'l-Sahaba, vol. 1, p. 150.
25. Ibn 'Asakir, Abu al-Qasim 'Ali b. al-Hasan b. Hibatullah b. 'Abd Allah al-Shafi'i, Tarikh Damascus, Dar-ul-Fikr, 1995, vol. 44, p. 326
26. Mohib al-Din al-Tabari, Abu al-Abbas Ahmad bin Abdullah bin Muhammad, Mohib al-Din al-Tabari, al-Riyad al-Nidra fi Manaqib al-Ashra, Dar-ul-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, vol. 2, p. 362.
27. Ibn 'Asakir, Abu al-Qasim 'Ali b. al-Hasan b. Hibatullah, Tarikh Damascus, Dar-ul-Fikr, 1995, vol. 44, p. 329
28. Shams al-Din al-Dhahabi, Abu Abdullah Muhammad bin Ahmad bin Uthman bin Qaymaz Dhahabi, Damascus Turkmani Shafi'i, Sir A'lam al-Nabla, Dar al-Hadith, al-Qahra, vol. 2, p. 411
29. Ibn Athir al-Jajri, Abu l-Hasan 'Ali b. Abi al-Karam Muhammad b. Muhammad b. 'Abd al-Karim, 'Az al-Din, al-Kamil fi al-Tarikh, Dar-ul-Kutub al-Arabi, Beirut, 1997, vol. 2, p. 469
30. Ibn 'Asakir, Abu al-Qasim 'Ali b. al-Hasan b. Hibatullah b. 'Abd Allah al-Shafi'i, Tarikh Damascus, Dar-ul-Fikr, 1995, vol. 38, p. 57
31. Muhammad Salam al-Khidr, Al-Balagha al-'Umariyya, Mubrat al-'Aal wa'l-Sahaba, vol. 1, p. 172
32. Dr. Muhammad Qalaji, Mussu'ah Fiqh 'Umar ibn al-Khattab, p. 135. 137
33. Dr. Abdul Aziz bin Ibrahim al-Amri, Al-Wilayah 'Ali al-Buldan fi Asr al-Khilafah al-Rashidin, vol. 2, p. 77. 79
34. Ahmad ibn Yahya al-Balazari, Fatuh al-Baldan, Mu'sa'at al-Ma'arif, Beirut, 1987, p. 224. 257
35. Abdullah Jaman al-Saadi, Siyasat al-Maal fi'l-Islam fi'id 'Umar b. Al-Khattab, Maktabat-ul-Madaris, Al-Doha, Qatar, 1983, p. 172
36. Ibn Manzoor, Muhammad bin Mukarram bin Ali bin Ahmad bin Manzoor al-Ansari al-Afriqi al-Masri al-Khazarji Jamal al-Din Abul Fazl, Short History of Damascus La bin Asakar, Dar-ul-Fikr, Damascus, 1984, vol. 19, p. 16. 15
37. Ibn Sa'd, Abu Abdullah Muhammad bin Sa'd, Tabaqat Ibn Sa'd, Dar-ul-Pasat, Karachi, 2003, vol. 2, p. 96